

شیخ الاحمدت

و علیہ السلام
صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم

فقیر العصر حضرت مولانا مفتی عبدالرشید گورنمنڈی قدس سرہ

بانی جامعہ حقانیہ سائبریا و ال برکودھا

تقدیم

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

مہتمم جامعہ حقانیہ سائبریا و ال برکودھا

www.alhaqqania.org

فقیہ العصر مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

تقدیم

انرفلم

حضرت مولانا مفتی سید عہد (الندوی) نرہزی مدرخلہم

مرہمہم جامعہ حقانیہ سالیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

عرصہ ہوا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے حضرت والد ماجد فقیہ وقت یادگار سلف حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ نے ایک مختصر مگر جامع مضمون تحریر فرمایا تھا جو اس وقت مختلف رساں میں شائع ہوا۔ بار با خیال آیا کہ اسے الگ رسالہ کی صورت میں شائع کرنا چاہئے تاکہ اس کی افادیت عام ہو۔

برادر زادہ برخور دار سید عبدالباری ترمذی سلمہ اللہ اپنے ادارہ اشرف البیان سے بصد خوشی ویرائے حصول سعادت اسے شائع کر رہے ہیں، فلأء الحمد ولہ الشکر۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول اور حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی عبدالشکور
ترندی قدس سرہ کے رفیع درجات کا سبب بنائیں اور بوسیۃ حضرت نبی رحمت و شفیع
اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اسے مسلمانوں کے لیے نافع و مفید بنائیں، آمین۔

فقط

احقر عبدالقدوس ترندی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۵ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (پ ۱۷) ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ انا رحمة مہداة (الحديث) میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق کلہم
نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے حالات مبارکہ کا مستند اور صحیح روایات کے ذریعہ اصلی صورت میں مسلمانوں تک خاص طور سے اور تمام عالم میں عام طور پر پہنچانا اور زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنا مسلمانوں کی اہم ترین ذمہ داری اور ان کا فریضہ ہے اور تمام مدارس اسلامیہ اور تعلیم و تبلیغ تعلیمی تبلیغی اداروں کا صحیح نظر اور روح یہی سیرت مبارکہ ہے۔ بھگوان تعالیٰ اس فریضہ کی ادائیگی کا احساس عام طور پر قلوب میں پایا جاتا ہے اور مختلف صورتوں سے سیرت طیبہ کی اشاعت کا اہتمام ہر دور میں تقریر و تحریر کے ذریعہ کیا جاتا رہا ہے۔ اسی معمول کے مطابق آنحضرت ﷺ کا بہت ہی مختصر طریقہ سے اجمالی تعارف اور سیرت کے ایک دو پہلو ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو باعث ذخیرہ آخرت اور نافع اور قبول فرمائیں، آمین۔

سیرت طیبہ کی اہمیت اور ضرورت

اصل مدعی پیش کرنے سے پہلے اس بات کا ذہن نشین کر لینا نہایت ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حالات طیبہ اور اخلاق حمیدہ کا عام مسلمانوں تک پہنچانا ہماری دینی اور دنیوی فلاح اور کامیابی کیلئے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ مسلمانوں کی دینی ترقی اور منافع تو سیرت نبوی ﷺ کے جاننے اور اس کے مطابق عمل کرنے پر موقوف ہیں لیکن چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ دنیوی ترقیات بھی بحیثیت مجموعی آنحضرت ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین کی اتباع پر ہی موقوف ہیں، ماضی کے تجربات کے پیش نظر اور خلفاء راشدین کے حالات پر نظر کرتے ہوئے اس کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس موجودہ تنزل و انحطاط کے دور میں بھی اگر اس امت مرحومہ کیلئے موجودہ پستی سے نکلنے اور سنورنے کا کوئی ذریعہ ہے تو وہی اور صرف وہی ہے جس نے اس کو پہلی مرتبہ ذلتوں کی اندھیروں سے نکالا تھا یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی اتباع۔ امام دارالبجۃ حضرت امام مالکؒ نے بالکل صحیح اور حقیقت کے موافق فرمایا ہے لا یصلح آخر هذه الامة الا ما صلح به اولها اس امت کی اصلاح صرف اسی طریقہ میں ہے جس طریقہ میں اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو بلاشبہ ہر آنکھ والے پر روز روشن کی

طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی وہ طریقہ نافع نہیں ہو سکتا جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین کے طریقے کے مخالف ہو، سیرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مخالف سمت چلنے والا ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

ترسم نرسی ہکعبہ اے اعرابی
کہایں راہ کہ قومی روی ہترستان ست

موضوع کی وسعت اور تاثیر

سید ولد آدم فخر دو عالم ﷺ کی سیرت مقدمہ ایسا وسیع اور ہمہ گیر جامع موضوع ہے کہ اس پر ہر زبان اور نظم و نثر میں اتنی کتابیں اور مقالے لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اس موضوع پر خوب خامہ فرسائی کی اور داد تحقیق اور تحسین حاصل کی مگر آخر میں

ع لا یمکن الشاء کما کان حقہ (جیسا آپ ﷺ کا حق ہے آپ کی تعریف ممکن نہیں ہے) کہہ کر ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (خدا کے بعد آپ ﷺ ہی بزرگ ہیں) کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

آپ ﷺ کا حسن و جمال اور جاہ و جلال

آپ ﷺ کا حسن و جمال دنیا میں مشہور تھا اور حسن و جمال کے ساتھ شہانہ جاہ و جلال بھی آپ ﷺ کو حاصل تھا، کسی کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ ﷺ

کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ خدا کی خدائی میں آپ ﷺ سے پہلے کبھی کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا اور اب تو ایسا پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واحسن منك لم تر قط عيني واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب كأنك قد خلقت كما نشاء

میری آنکھ نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے نہیں جنا، آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ ﷺ اپنی منشاء کے مطابق پیدا کیے گئے۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

اے زلیخا اس کو نسبت اپنے یوسف سے نہ دے
اس پر سر کٹتے ہیں دائم اور اس پر انگلیاں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لم ار قبلاه ولا بعده مثله
میں نے آپ ﷺ جیسا صاحب کمال اور صاحب جمال نہ آپ ﷺ سے پہلے
دیکھا نہ آپ ﷺ کے بعد۔

متنبی شاعر نے اپنے ممدوح کیلئے بطور مبالغہ کے کہا تھا۔

مضت الدهور وما اتين بمثله

ولقد اتى فعجزن عن نظرائه

زمانہ گزر گیا اس طرح کا نہیں لاسکا (یعنی ماضی میں ایسا کوئی پیدا نہ ہوا)
اور اب یہ آگیا تو اس کی نظیر سے زمانہ یا عورتیں عاجز آ گئیں (یعنی بعد میں ایسا
کوئی پیدا نہ ہوگا)

اپنے مدوح کے حق میں تو شاعر کی یہ گپ شپ ہی تھی لیکن آنحضرت ﷺ
کے حق میں یہ عین حقیقت اور واقعہ ہے۔

سیرت طیبہ کے پاکیزہ موضوع کا عجیب اور پرتاثر ہونا کھلی آنکھوں مشاہدہ
سے واضح ہے، سیرت کی کتاب کے پڑھنے والے کے دل پر حضور فداہ روحی
ﷺ کے عشق و محبت کی لہریں موجزن ہوتی جاتی ہیں، اور آپ ﷺ کی شان محبوبیت
(بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ من راہ بداهۃ ہابہ ومن راہ معرفۃ احبہ
جو آپ کو اچانک دیکھتا وہ خوفزدہ ہو جاتا اور جو آپ کو ملتا جلتا رہتا وہ آپ کو محبوب
بنالیتا تھا) اجاگر ہوتی جاتی ہے اور آپ ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر تعارف

سب سے پہلے اس مضمون کی پیشانی پر لکھی ہوئی آیت کریمہ و ما
ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کو بطور تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کا تعارف
جس صفت سے فرمایا ہے وہ آپ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا ہے۔

عالمین عالم کی جمع ہے، جس میں ساری مخلوقات انسان، جن،

حیوانات، جمادات، سبھی داخل ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ان سب چیزوں کیلئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ روح نکل جائے گی اور زمین پر کوئی اللہ، اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان سب چیزوں کی موت یعنی قیامت آ جائے گی، اور جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کا ان سب چیزوں کیلئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہو گیا، کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ﷺ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انا رحمة مہدۃ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد ہے۔ اسم مبارک سے بھی آپ ﷺ کا حقیقی تعارف ہوتا ہے اور یہ ایسا محبوب نام ہے جو محامد اور تعریفات کا حامل اور جامع ہے، اس کی کسی قدر تشریح ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے اور بھی بہت سے اسماء مبارکہ ہیں جن سے آپ ﷺ کے تعارف کے ساتھ آپ ﷺ کی منقبت اور محبوبیت بھی واضح ہوتی ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنا تعارف ایسے ہی اسماء مبارکہ سے کر لیا ہے، اور اپنی منقبت بیان فرمائی ہے ارشاد عالی ہے:

انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا

الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (بخاری و مسلم) میں ٹھہروں اور میں احمد ہوں اور مٹانے والا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر ہوں سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کئے جائیں گے، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے۔

آنحضرت ﷺ کے اور بھی بہت سے اسماء گرامی ہیں مگر اس حدیث میں پانچ ناموں کا ذکر آیا ہے، غالباً آپ ﷺ کے مخصوص نام یا انبیاء سابقین کے صحیفوں میں زیادہ مشہور یہی پانچ نام ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الاولیٰ صاحب اللہم ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمة تحته آدم فمن دونه ولا فخر وانا سید ولد آدم یوم القیمة واول من تنشق عنه القبر واول شافع واول مشفع (مشکوٰۃ باب الفضائل) یا در کھو میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا جھنڈا قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں گا جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں اور میں قیامت کے دن ان تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

ارشاد ہے:

انا نبی الرحمة۔ میں رحمت کا نبی ہوں۔

انا رسول الرحمة۔ میں رحمت کا رسول ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

انما انا رحمة مہداة۔

میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جو اس نے مخلوق کو عطا کی ہے۔

وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔

میری عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ

ہے اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔

اپنی نبوت کا ملہ عامہ کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد ہے: وارسلت

الی الخلق كافة وختم بی النبیین انه لیس شیء من السماء والارض

الا یعلم انی رسول اللہ الاعاصی الجن والاناس۔ (دارمی،

کنز العمال، ص ۱۰۴، ج ۶) اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور میرے آنے

سے سب نبی ختم کر دیے گئے، زمین و آسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا

رسول ہوں مگر نہ فرمان جن اور انسان (نہیں جانتے)۔

آپ ﷺ پر ایمان لانا ہی کافر اور مسلمان کے درمیان حد فاصل ہے،

آپ ﷺ کا ایک اسم مبارک فرق (فرق کرنے والا) بھی ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا

ارشاد ہے: محمد فرق بین الناس (مشکوٰۃ باب الاعتصام) محمد ﷺ لوگوں کے

درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

یہ سب کے سب آپ کے اسماء گرامی ہیں ان سے آپ ﷺ کا تعارف ہو رہا ہے، مگر ان میں سے کوئی اسم صفت ہے اور کوئی اسم علم ہے۔

ایک نام آپ ﷺ کا حمد ہے حمد اگرچہ مصدر ہے اس کے معنی ستودن (تعریف کرنے کے) ہیں، مگر آپ ﷺ پر مبالغہ کے طور سے اطلاق کرویا گیا، گویا آنحضرت ﷺ حق تعالیٰ کی مجسم حمد و ثناء ہیں، اسی حمد سے ہی آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ محمد احمد محمود، حماد لیے گئے ہیں۔

محمد اور احمد کی مختصر تشریح

محمد کے معنی ہیں، ستودہ، پسندیدہ (تعریف کیا ہوا) اور احمد کے معنی ہیں بہت تعریف کرنے والا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد و ثناء کرنے والے ہیں اور زمین و آسمان میں زیادہ آپ کی تعریف کی جا رہی ہے، محمد کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ذات ستودہ صفات جن کے واقعی کمالات اور محاسن کو محبت و عظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے، کیونکہ محمد تحمید کا اسم مفعول ہے اور تحمید باب تفعیل کا مصدر ہے اور باب تفعیل کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کیلئے ہوتی ہے۔

علامہ نوویؒ نے ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گھر والوں کو الہام فرمایا اس لئے یہ نام رکھا (شرح مسلم ص ۲۶۱ ج ۲)

یہ دونوں مقرر آن شریف میں بھی مذکور ہیں ارشاد ہے محمد رسول اللہ،
 محمد اللہ کے رسول ہیں (پ ۲۶) مبشراً م برسول یاتنی من بعدی السمیع
 احمد (پ ۲۸) اور اپنے بعد ایک آنے والے (عظیم الشان) رسول کی بشارت
 دینے والا جس کا نام احمد ہوگا، دنیا میں آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کی امت نے
 خدا تعالیٰ کی اتنی حمد و ثناء کی کہ اتنی کسی نے نہیں کی، اس وجہ سے انبیاء سابقین نے
 آپ ﷺ کے وجود باجود کی بشارت لفظ احمد کے ساتھ دی اور اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو سورۃ الحمد عطا کی۔

اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد اور ہر دعا کے بعد
 آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو حمد و ثناء پڑھنے کا حکم دیا، اور آخرت میں بوقت
 شفاعت آپ ﷺ پر من جانب اللہ وہ محامد اور خدا تعالیٰ کی تعریفیں منکشف ہوں گی
 کہ جو نہ کسی نبی مرسل پر اور نہ ملک منزل پر منکشف ہوئیں، اسی وجہ سے قیامت
 کے دن آپ کو مقام محمود اور لواء الحمد عطا ہوگا، اس وقت تمام اولین
 و آخرین جو میدان حشر میں جمع ہوں گے وہ آپ ﷺ کی حمد اور ثناء کریں گے کسی نے
 کیا خوب کہا۔

مقام تو محمود و نامت محمد بدنیساں مقامے و نامے کہ دارد
 آپ ﷺ کا مقام محمود اور آپ ﷺ کا نام محمد ہے، ایسا نام اور مقام کون
 رکھتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حمد کے تمام معانی اور انواع واقسام آپ ﷺ کیلئے خاص کر دیے گئے ہیں۔

آپ ﷺ کی ختم نبوت کی طرف اشارہ

اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے کلام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام کے ختم کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پسندیدہ اور مستحسن ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وقضى بينهم بالحق وقبل الحمد لله رب العلمين (پ ۲۴) ان کے درمیان حق کا فیصلہ کر دیا گیا اور کہا گیا الحمد لله رب العلمين۔

وآخر دعواهم ان الحمد لله رب العلمين (پ ۱۱) اہل جنت کی آخری دعا یہ ہوگی الحمد لله رب العلمين۔

فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العلمين (پ ۷) ظالموں کی جزا کاٹ دی گئی الحمد لله رب العلمين۔

كلوا من رزق ربكم واشكروا له (پ ۲۲) اپنے رب کے رزق کو کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔

نبی کریم ﷺ نے شکر کی تفسیر حمد سے کی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے افضل المشكر الحمد لله سب سے افضل شکر الحمد لله (کہنا ہے)۔

اور کھانے کے بعد الحمد لله پڑھنے کی کثرت سے تاکید آئی ہے۔

جب سفر ختم ہوتا تو آپ ﷺ یہ پڑھتے:

اٰمِنُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ هَمُّ اللّٰهِ كِيْ طَرَفٍ رَّجُوْعٌ هُوْنُ
والے توبہ کرنے والے اپنے پروردگار کی عبادت کرنے والے حمد و ثناء کرنے
والے ہیں۔

اور جب نماز ختم ہوتی تو یہ آیت شریفہ پڑھتے سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ
الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ
۲۳) آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان
کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام
عالم کا پروردگار ہے۔

غرضیکہ آیات و احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمد کسی شے کے
اختتام ہی کے بعد ہوتی ہے، اسی لئے حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ ﷺ کا نام محمد
اور احمد رکھا تا کہ انقطاع وحی اور نبوت و رسالت کے اختتام کی طرف اشارہ
ہو (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ ﷺ)

خصوصی شان خاتمیت کی مزید وضاحت

خاتم النبیین میں آپ ﷺ کی مخصوص شان اور تمام انبیاء علیہم السلام پر
آپ ﷺ کا کافی ہونا واضح کیا گیا ہے۔

امام راغب نے مفردات القرآن میں فرمایا ہے: وخاتم النبوة ای

تمہا بہ مجیہ یعنی آپ ﷺ کو خاتم نبوت اس لئے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے اپنے تشریف لانے پر نبوت کو ختم اور مکمل کر دیا۔

صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت و رسالت میں آپ ﷺ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے، کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہاء پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے قرآن کریم نے خود واضح کر دیا ہے:

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً (پ ۶) آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کر لیا۔

انبیاء سابقین کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے کوئی ناقص نہ تھا، لیکن کمال مطلق اسی دین مصطفویٰ کو حاصل ہوا جو اولین و آخرین کیلئے حجت، اور روز قیامت تک چلنے والا دین ہے (از سیرت رسول مقبول ﷺ) عقیدہ ختم نبوت

یہ اسلام کے ان اساسی عقائد میں سے ہے جس کے بغیر آنحضرت ﷺ پر ایمان مکمل نہیں ہوتا، اور اس پر ایمان کا دار و مدار ہے، چنانچہ علامۃ السید احمد بن محمد اسماعیل الطحاوی لکھنی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

ويشترط لصحة الايمان به صلى الله عليه وسلم معرفة اسمه

اذ لا تتم المعرفة الا به وكونه بشرا من العرب وكونه خاتم النبيين اتفاقا
 لورود ذلك بالقواطع المتواترة (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۶) آپ ﷺ پر
 ایمان کے صحیح ہونے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک جاننا کیونکہ
 پہچان بغیر نام کے پوری نہیں ہوتی، اور آپ ﷺ کو کامل ترین انسان ماننا، پھر سب
 کے بعد آپ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرنا اہم شرائط ہیں (جن کے بغیر کسی طرح
 بھی آپ ﷺ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا) چونکہ یہ قطعی متواترات سے ثابت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خاص فضائل

ختم نبوت و رسالت، عموم بعثت و دعوت، مقام محمود، شفاعت کہلوی،
 معراج سبع سموات، وغیرہ آپ ﷺ کے خاص فضائل اور ایسے مزایا ہیں جن سے
 سوائے آپ ﷺ کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد ہے:

فضلت علی الانبیاء بست اعطيت جوامع الكلم ونصرت
 بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا
 وارسلت الی الخلق كافة وختم بی النبيون (مشکوٰۃ باب الفضائل) مجھے
 چھ چیزوں کے ساتھ انبیاء پر فضیلت دی گئی، مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے اور
 رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، اور میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا، اور
 میرے لئے تمام زمین کو مسجد اور پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا، اور مجھے تمام مخلوق

کی طرف بھیجا گیا، اور مجھ پر تمام نبیوں کو ختم کر دیا گیا۔

اسی طرح آپ ﷺ کو وہ آیات بینات، محاسن اخلاق، فضائل و شمائل، علوم و معارف، عطا فرمائے جو آپ ﷺ ہی کے ساتھ خاص ہیں کسی اور نبی و رسول کو عطا نہیں فرمائے گئے، خصوصاً قرآن کریم کا معجزہ تو ایسا روشن معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق و مخالف سب ہی کی گردنیں خم ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سب سے بڑا علمی معجزہ قرآن کریم ہے، یہ معجزہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بڑھا ہوا ہے، ایسا معجزہ اور کسی پیغمبر کو عنایت نہیں ہوا، سب انبیاء و مرسلین کے معجزے ایک خاص وقت میں ظاہر ہوئے اور معجزہ قرآن ایسا معجزہ ہے جس کی جانب زوال و انقطاع کو راہ نہیں، ابتداء نزول سے لے کر اب تک اسی طرح بلاقب و تبدل اور بلا کم و کاست باقی اور محفوظ ہے، اور یہ معجزہ تا قیام قیامت اسی طرح باقی رہے گا جس طرح آپ ﷺ پر نازل ہوا (از سیرت المصطفیٰ ﷺ)

مقصد ختم نبوت

غرضیکہ آپ ﷺ میں خصائص نبوت اور دلائل رسالت تمام انبیاء سے زیادہ صاف اور روشن ہیں، اور روایات کے لحاظ سے سب سے زیادہ صحیح اور شبہات سے نہایت درجہ بعید بلکہ پاک اور منزہ ہیں۔

نبوت و رسالت کا سب سے اہم اور اعظم پہلو وہ دینی عقائد اور عبادات اور آداب و اخلاق اور احکام و معاملات کا معاملہ ہے، دوسرا پہلو دلائل نبوت اور

براہین یعنی معجزات کا ہے۔ تیسرا پہلو پیشگوئیوں کا ہے۔ چوتھا پہلو اصلاح عالم کا ہے۔ پانچواں پہلو اثر ہدایت کا ہے۔ آنحضرت ﷺ ان پانچوں باتوں میں تمام انبیاء اور مرسلین سے بڑھ کر ہیں۔

بعثت انبیاء کی ضرورت اور مشروعیت جہاد فی سبیل اللہ کی حکمت

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا حق تعالیٰ جل و علی شانہ کی ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ ہر بن مو کی اگر زبان بن جائے تو بھی کسی طرح اس نعمت کبریٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، اگر ان حضرات کا وجود نہ ہوتا اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کی ہم گمراہوں کو کون ہدایت کرتا اور مولائے حقیقی کی مرضیات اور نامرضیات سے ہم کو کون آگاہ کرتا، اور اس معبود برحق کی عبادت اور بندگی کے طریقے کون سکھاتا، ہدایت اور ضلالت، سعادت اور شقاوت کا فرق کون سمجھاتا، معاش اور معاد اور دین اور دنیا فقیری اور حکمرانی اور عدل عمرانی کی راہیں ہم کو کون سمجھاتا، مسجد کا امام بھی ہو اور امیر مملکت بھی ہو یہ امر سوائے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نہیں بتا سکتا، ہماری ناقص عقلیں بغیر نور نبوت کی راہنمائی اور ہدایت کے بالکل معطل اور بے کار ہیں، نور عقل و بصیرت سے حق و باطل کا فرق جب ہی نظر آ سکتا ہے کہ جب نور نبوت اور شمع ہدایت اس کی ہادی اور راہنما ہو ضلالت و گمراہی کی شب تاریک میں عقل کی روشنی کام نہیں دیتی اس کے ساتھ نور نبوت کی ضرورت ہوتی ہے، عقل بھی اگرچہ حجت

ہے مگر نام تمام ہے، حجت تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے جس پر آخرت کے دائمی عذاب و ثواب اور جزا و سزا کا مدار ہے، عقل محض خداوند ذوالجلال کے اسماء حسنیٰ اور صفات اعلیٰ اور اس کی مرضیات اور نافرمانیات کو بغیر حضرات انبیاء علیہم الف الف صلوات اللہ کی تعلیم و ارشاد کے ہرگز نہیں پہچان سکتی۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس سلسلہ بعثت انبیاء علیہم السلام کا آغاز فرمایا اور آپ کے بعد بندوں کی ہدایت و راہنمائی کے لئے پیغمبر بھیجے تاکہ لوگوں کو مولائے حقیقی کی اطاعت کی دعوت دیں اور اس کی نافرمانی سے روکیں، مطیع اور فرمانبرداروں کو جنت کی بشارت سنائیں، نافرمانوں اور سرکشوں کو جہنم سے ڈرائیں، جو سعید اور خوش نصیب تھے انہوں نے اس نعمت کبریٰ کی قدر کی اور خود کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے فرمودات اور ارشادات کے تابع کر دیا، اور جو بے نصیب تھے انہوں نے اس نعمت کبریٰ کی نافرمانی کی اور احکامات شرعیہ اور اوامر الہیہ کی بجا آوری کی بجائے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور اغوائے شیطانی سے انبیاء علیہم السلام کے انکار و تکذیب بلکہ دشمنی اور مقابلہ پر اتر آئے، انبیاء علیہم السلام عرصہ دراز اور مدت مدید تک ان کو شفقت و مہربانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے اور اپنی مخلصانہ نصائح اور مشفقانہ موعظ سے امت کی اصلاح میں سعی بلیغ کرتے رہے، مگر بد نصیب اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے بجائے دور ہی ہوتے چلے گئے۔ جب ان سرکشوں کی شرارت

بڑھتی چلی گئی اور خدا تعالیٰ کے پرستاروں کو خدا تعالیٰ قدوس کا نام لینا دشوار ہو گیا اور انبیاء اللہ اور ان کے اصحاب اور تابعین کے تکلیف اور تعذیب اور استہزاء اور تمسخر پر تل گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا میں طرح طرح کے عذاب نازل فرمائے عذابوں سے مومنین کو تو بچایا اور منکرین و مکذبین کو ہلاک و برباد کیا۔

غرضیکہ جب سے خداوند عالم کی نافرمانی اور اس احکم الحاکمین اور ناکبین یعنی انبیاء مرسلین صلوٰۃ اللہ السلام اجمعین سے بغاوت اور سرکشی کا سلسلہ جاری ہے اسی وقت سے ان مکذبین کی تعذیب اور بربادی اور قسم قسم کے عذابوں سے ان کی ہلاکت اور رسوائی کا سلسلہ بھی جاری ہے جو عین حکمت اور عین مصلحت ہے۔ پس جس طرح پہ آسمانی اور زمینی عذاب ملائکہ اللہ کے ہاتھوں سے دیا جاتا تھا اور عین حکمت و مصلحت تھا اسی طرح خود حضرات انبیاء و مرسلین اور ان کے اصحاب و تابعین کے ہاتھوں سے بھی منکرین اور مکذبین کو عذاب دینا عین حکمت و صواب ہے اور جہاد میں یہی ہوتا ہے کہ منکرین اور مکذبین کو انبیاء اور ان کے تابعین کے ہاتھوں عذاب اور سزائیں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ (پ ۱۰) ان سے قتال کرو تا کہ اللہ ان کو عذاب دے تمہارے ہاتھوں سے۔ بلکہ فرشتوں کی بجائے انسانوں کے ہاتھوں سے جہاد و قتال کی شکل میں عذاب الہی کا ظہور ایک خاص رحمت ہے، اس لیے کہ فرشتوں کے ذریعہ سے جن امتوں کو ہلاک کیا گیا ان کو مہلت نہیں ملی اور جن امتوں سے انبیاء و مرسلین

اور ان کے متبعین نے جہاد و قتال کیا ان کو مہلت ملی، چنانچہ بہت سے لوگوں نے تائید ربانی اور حمایت رحمانی دیکھ کر حق کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور حق کو قبول کر لیا۔

مشروعیت جہاد کی ایک اور حکمت

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَأَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَاللَّهُ لَا يَتَصَدَّرُ بِعَهْدِكُمْ إِنَّكُمْ لَكَاظِمُونَ** (سورۃ محمد پ ۲۶) اگر اللہ چاہتا تو ان سے (خود ہی آسمانی اور زمینی عذابوں کے ذریعہ) انتقام لے لیتا پر جانچنا چاہتا ہے تمہارے ایک سے دوسرے کو۔

اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں کفار سے جہاد و قتال کی مشروعیت درحقیقت ایک رحمت ہے کیونکہ وہ آسمانی عذابوں کے قائم مقام ہے کیونکہ کفر و شرک اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی سزا پچھلی قوموں کو آسمانی اور زمینی عذابوں کے ذریعہ دی گئی، امت محمدیہ میں ایسا ہو سکتا ہے مگر رحمۃ للعالمین کی برکت سے اس امت کو ایسے عذابوں سے بچالیا گیا اور اس کے قائم مقام جہاد شرعی کو کر دیا گیا جس میں بہ نسبت عذاب عام کے بڑی سہولتیں اور مصلحتیں ہیں، اول تو یہ کہ عذاب عام میں پوری قومیں مرد، عورت، بچے، سبھی تباہ ہوتے ہیں اور جہاد میں عورتیں بچے تو مامون ہیں، مرد بھی صرف وہی اس کی زد میں آتے ہیں جو اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والوں کے مقابلہ

پر قتال میں آکھڑے ہوں، پھر اس میں بھی سب مقتول نہیں ہوتے ان میں بہت سے لوگوں کو اسلام و ایمان کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ نیز جہاد کی مشروعیت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ جہاد و قتال کے دونوں فریق مسلمان اور کافر کا امتحان ہو جاتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی جان و مال نثار کرنے کو تیار ہو جاتا ہے اور کون سرکشی اور کفر پر جہاد ہوتا ہے یا اسلام کے روشن دلائل کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔

(معارف ص ۳۰ ج ۸)

مشروعیت جہاد بھی نبی رحمت کی عالمگیر رحمت کا ہی ایک رحیمانہ پہلو ہے سابقہ تحریر سے اجمالی طور پر مشروعیت جہاد کی ضرورت اور بعض حکمتوں کا علم ہو کر ناظرین پر یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ اسلام میں جہاد کی مشروعیت بھی نبی رحمت کی عالمگیر رحمت کا ہی ایک رحیمانہ پہلو ہے، اور یہ بھی آپ ﷺ کی رحمت للعالمین کی وسعت اور ہمہ گیری ہی کا کرشمہ ہے، کہ پہلی امتوں پر ہلاکت کی جو مختلف صورتیں بطور عذاب کے آیا کرتی تھیں ان کی بجائے جہاد و قتال کی شکل میں عذاب الہی کا ظہور ہوا۔ اول تو پہلے عام عذابوں کی بہ نسبت جہاد کی مشروعیت ہی ایک خاص رحمت ہے، پھر عین جہاد بھی اپنے مخالف برسرِ پیکار دشمنوں کے ساتھ رحم کا سلوک کیا جاتا ہے اور ان کے مثلہ وغیرہ کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور فتح حاصل کرنے کے بعد بھی کافروں کو اپنے مذہب پر رہتے ہوئے اس

سایہ رحمت میں زندگی بسر کرنے کی اجازت اسلام نے دی ہے۔

اسلامی حکومت میں رہنے والے کافروں کے ساتھ سلوک

غیر مسلم جو اسلامی حکومت میں رہتے ہوں وہ ازروئے احکام اسلام عداقتی اور شہری احکام میں مسلمانوں کے برابر ہیں ان کی جان اور مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں اور اسلامی حکومت کی ذمہ داری اور اس کا فرض ہے بشرطیکہ وہ غداری اور خفیہ سازشیں نہ کریں دشمن اور غیر دشمن محارب و غیر محارب کے احکام میں فرق کرنا تمام عقلاء کے نزدیک مسلم ہے۔ (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ)

غرضیکہ کفر و شرک کو مٹانے کیلئے کفار کو پست کرنا اور ان کے مقابلہ میں جہاد کرنا بھی عین رحمت ہے جس کے ذریعہ سرکشوں کو ہوش آ کر ایمان اور عمل صالح کا پابند ہو جانے کی امید کی جاسکتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انا راحة مهداة يرفع قوم و يخفض آخرين (ابن کثیر) میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ (اللہ تعالیٰ کے ماننے والی) ایک قوم کو سر بلند کر دوں اور دوسری قوم (جو اللہ کا حکم ماننے والی نہیں) کو پست کر دوں۔

مشروعیت جہاد کی ایک اور حکمت

قرآن کریم میں جہاد و قتال کی حکمت کا اور اس کا بیان ہے کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں پچھلے انبیاء اور ان کی امتوں کو بھی قتال کفار کے احکام دیے گئے ہیں اور

اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کسی مذہب اور دین کی خبر نہ تھی سارے ہی دین و مذہب اور ان کی عبادت گاہوں کو گرا دیا جاتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَفِدَّتْ صَرَامِعٌ وَبِيعَ وَصَلَاتٌ وَمَسْجِدُ الْاِيَةِ (پ ۷۱)** اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں سب منہدم ہو گئے ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کفار سے قتال کے احکام نہ آتے اور جہاد شروع نہ ہوتا تو کسی زمانہ میں بھی کسی مذہب و ملت کیلئے امن کی جگہ نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ جہاد کی مشروعیت کی ایک حکمت امن عالم کا قیام اور تحفظ شعار اسلام بھی ہے تاکہ مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن و عافیت کے ساتھ خدا کی عبادت اور اطاعت کرنے میں کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔

اسلام کافروں کی ایسی شوکت و غلبہ کا مخالف ہے کہ جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے خطرہ کا باعث ہو اور ان کی عزت نفس اس سے مجروح ہوتی اور مذہبی آزادی میں خلل آنے کا خطرہ، ہوا سی لئے **وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ يُكُونَ الدِّينَ كَلَهُ اللَّهُ (پ ۹)** میں فتنہ سے کفر کی قوت و شوکت کا فتنہ مراد ہے۔ اور **يُكُونَ الدِّينَ كَلَهُ اللَّهُ** سے دین کا ظہور اور غلبہ مراد ہے اسی کو دوسری آیت **لِيُظْهَرَ عَلَى الدِّينِ كَلَهُ** میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی دین کو اتنا

غلبہ اور قوت حاصل ہو جائے کہ کفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے، اور دین اسلام کو کفر کے فتنہ اور خطرہ سے بالکلیہ اطمینان حاصل ہو جائے۔ حضرت اقدس آنحضرت ﷺ کی سیرت کا یہ پہلو نہایت وسیع ہے حقیقت جہاد اور اغراض کے علاوہ جہاد کے اقسام اقدامی، دفاعی، اسلام اور جبر، اور مسئلہ غلامی وغیرہ مختلف عنوانوں پر پھیلا ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت دلیل نبوت ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صورت اور سیرت اور آپ ﷺ کے بے مثال اخلاق فاضلہ اور اعمال حسنہ و جمیلہ، اور آپ ﷺ کے کمالات علمیہ و عملیہ میں اہل عقل کیلئے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل عقلی تھی جو شخص آپ ﷺ کی صورت اور سیرت کا مشاہدہ کرتا وہ بالبداہت اس بات کا یقین کر لیتا کہ جس ذات بابرکات میں ایسے اخلاق اور ایسے اعمال اور ایسے کمالات علمیہ و عملیہ جمع ہوں جو نہ کسی نے دیکھے ہوں اور نہ سنے ہوں وہ ذات بلاشبہ برگزیدہ خداوندی ہے جس کو حق تعالیٰ نے تمام عالم سے ایک ممتاز اور جدا صورت اور سیرت پر پیدا کیا ہے۔

انتخاب دفتر تکوین عالم ذات او برتر از آیات جملہ انبیاء آیات او
مشرق صبح وجود ما سوا مشکوٰۃ او مستغیر از طلعت او ہر قریب و ہر بعید
(از حضرت علامہ محمد انور شاہ اَلکشمیری رحمہ اللہ)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على
 خير خلقه محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعين - آمين
 كتبه الاحقر الافقر السيد عبدالمشكور الترمذى الراجي رحمة
 ربه الغفور الرحيم وبشفاعة نبيه الكريم وآله واصحابه اجمعين،
 برحمتك يا ارحم الراحمين -

٥/ربيع الثاني ١٤١٢هـ ١٤ اكتوبر ١٩٩١ء